
انوار الرحمن فی اقامۃ الاذان
مفسرِ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت
نوراللہ مرقدہٗ
مُفتی مُحمّد فیض احمد اُویسی رضوی
www.FaizAhmedOwaisi.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ صلی اللہ علیہ وسلم

انوار الرحمن فی اقامة الاذان

از

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحافظ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی نوراللہ مرقدہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

غیر مقلدین اذان میں ترجیع (دہراتے) اور اقامت میں ایک ایک کلمہ کہتے ہیں اور احناف کی اذان معروف ومشہور ہے۔فقیر احناف کے موقف اور غیر مقلدین کے دلائل کا جواب عرض کرتا ہے۔

اقامت اور اذان کے کلمات ﴾جب جمیع ائمہ اُمت متفق ہیں کہ اسلام کے پہلے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اُن کے ادا کردہ الفاظ وحی الٰہی سے ہیں تو پھر اس کے خلاف کر کے ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمات کو لینا اسلام سے روگردانی ہے اور حضرت محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی تو ہیں لیکن ان کا اذان کے کلمات کی ادائیگی کا مرتبہ وہ نہیں جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہے۔علاوہ ازیں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کلمات بتائے گئے وہ تعلیم کے طور پر تھے۔غیر مقلدین کے رد میں ہم نے اس موضوع پر کتاب لکھی ہے اس میں تفصیل موجود ہے۔مختصراً چند باتیں ہم یہاں پر عرض کئے دیتے ہیں۔

(۱)اسلام میں اذان و اقامت (تکبیر) کے الفاظ اور احکام قریباً یکساں ہیں۔جو الفاظ اذان کے ہیں وہی تکبیر کے ہیں صرف ''حَیَّ عَلَی الفَلَاحِ'' کے بعد ''قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ'' دوبار زیادہ ہے۔

(۲)بہارِ شریعت میں لکھا ہے کہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' یہ ایک کلمہ ہے لہٰذا اس رُو سے اذان میں بارہ کلمات ہیں اور اقامت میں پندرہ کلمت ہوئے۔

(۳)غیر مقلد وہابیوں کی اذان بھی اس اذان سے علیحدہ ہے اور اقامت بھی اس امامۃ کے سوا ہے وہ اذان کی دونوں شہادتوں کو دوبار کے بجائے چار چار بار کہتے ہیں اولاً دوبار آہستہ کہتے ہیں پھر چیخ کر ایسے ہی ''أَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ'' کو۔اس حساب سے ان کے نزدیک اذان کے کلمات پندرہ کے بجائے اُنیس (۱۹) ہیں اور اقامت (تکبیر) کے کلمات ایک ایک بار کہتے ہیں۔اس طرح کہ دونوں شہادتیں اور ''حَیَّ عَلَی الفَلَاحِ'' ایک ایک بار اُن کے نزدیک اقامت کے کلمات بجائے سترہ (۱۷) کے تیرہ (۱۳) ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلامی اذان و اقامت وہی ہے جو ہم کہتے ہیں۔

حتمی فیصلہ ﴾غیر مقلدین حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان کے پابند ہیں وہ ابومحذورہ جن کا مؤذنین میں تیسرا یا چوتھا نمبر ہے اور دلائل کی اُدھار غیر مقلدین نے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی اور ہمارے ہاں

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان مروّج ہے جو نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب کردہ ہیں بلکہ درگاہِ خداوندی کے منظورِ نظر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر وحضر اور آخر عمر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن ہیں فلہٰذا حق یہ ہے کہ اذان و اقامت کے کلمات دو دو ہیں نہ اذان میں ترجیع ہے نہ اقامت (تکبیر) کے کلمات ایک ایک۔ پہلی تکبیر چار بار آخر میں ''لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ'' ایک بار باقی تمام الفاظ دو دو بار۔ دلائل حسبِ ذیل ہیں:

دلائلِ احناف (۱) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ إِنَّمَا كَانَ الْأَذَانُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ، مَرَّتَيْنِ وَالْإِقَامَةُ مَرَّةً، مَرَّةً غَيْرَ أَنَّهُ، يَقُولُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ الخ

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی الاقامۃ، جلد ۱، صفحہ ۱٤۱، حدیث ۵۱۰)

(صحیح ابن حبان ، کتاب الاذان، باب ذکر وصف الإقامة التی کان یقام بها الصلاة فی أیام المصطفی صلی اللّٰه علیه وسلم، جلد٤، صفحه ٥٦٦، حدیث١٦٧٥)

یعنی وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان کے کلمات دو دو بار تھے اور تکبیر ایک ایک بار اس کے سواء کہ تکبیر میں ''قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ'' بھی کہتے تھے۔

اس حدیث کے متعلق ابن جوزی جیسے ناقد کہتے ہیں: هذا اسناد صحیح المقبری وثقه ابن حبان۔ (بہاری)

یعنی یہ اسناد صحیح ہے سعید المقبر ی کی ابن حبان نے توثیق کی۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان میں ترجیع نہیں ورنہ اذان کے کلمات دو دو نہ ہوتے شہادتیں چار چار بار ہوتیں۔ اقامت کے ایک ہونے کا جواب ہم آگے چل کر عرض کرینگے۔

(۲) طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابراہیم بن اسماعیل ابن عبدالمالک ابن ابی محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ قَالَ سَمِعْتُ جَدِّى عَبْدَ الْمَلِكِ بْنِ أَبِى مَحْذُورَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا مَحْذُورَةَ يَقُولُ أَلْقَى عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَذَانَ حَرْفًا حَرْفًا اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ إِلَخ وَلَمْ يَذْكُرْ تَرْجِيعًا ۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، جلد۳، صفحہ ۱۹۱)

(فتح القدیر ، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، جلد ۱، صفحہ ٤٥٧)

یعنی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا عبدالملک ابن ابی محذورہ کو سنا وہ فرماتے تھے کہ اُنہوں نے اپنے والد ابو محذورہ کو فرماتے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان کا ایک ایک لفظ بتایا ''اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ'' آخر تک اس میں ترجیع کا ذکر نہ فرمایا۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان میں ترجیع کا حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دیا فلہٰذا ترجیع سنت کے خلاف ہے۔

فائدہ اس روایت کے راوی ابو محذورہ کے پوتے ہیں۔

(۳) ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن ابی لیلی تابعی سے کچھ اختلافِ الفاظ سے روایت کی: قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الاذان، باب من کان یشفع الإقامة ویری أن یثنیها، جلد ۱، صفحہ ۲۰۶، حدیث ۲۱۵۱)

یعنی فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن زید انصاری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن اذان اور تکبیر دو دو بار کہتے تھے۔

فائدہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اذان میں ترجیع نہیں نیز اقامت یعنی تکبیر کے کلمات دو دو بار کہے جائیں نہ کہ ایک ایک بار۔

(۴) امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا: أنه كان يقول الأذان مثنى مثنى والإقامة مثنى مثنى ومر برجل يقيم مرة مرة فقال اجعلها مثنى مثنى لا أم للأخر

(کنزالعمال، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان واحکامه وآدابه، جلد ۸، صفحہ ۳۵۳، حدیث ۲۳۲۲۷)

یعنی آپ فرماتے تھے کہ اذان بھی دو دو بار ہے تکبیر بھی دو دو بار اور آپ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک شخص پر گزرے جو اقامت ایک ایک کہہ رہا تھا تو آپ نے فرمایا اسے دو دو بار کر تیری ماں نہ رہے۔

(۵) ابو داؤد شریف نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث بیان فرمائی جس میں عبداللہ ابن زید انصاری کے خواب کا واقعہ مذکور ہے جو اُنھوں نے اذان کے متعلق دیکھا تھا اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں نے فرشتے کو خواب میں دیکھا جس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے "اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" الخ کہا۔ پھر کچھ ٹھہر کر اذان کی طرح تکبیر بھی کہی الخ۔ حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں: قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنْهَا بِلَالًا فَأَذَّنَ بِهَا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب کیف الاذان، جلد ۱، صفحہ ۱۴۰، حدیث ۵۰۷)

یعنی راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ سے فرمایا کہ یہ اذان حضرت بلال پر تلقین کرو۔ پس حضرت بلال نے اذان انہی کلمات سے دی۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نہ تو خواب والے فرشتے نے اذان میں ترجیع کی تعلیم دی نہ اسلام کی پہلی اذان

میں ترجیع تھی جو حضرت بلال نے حضور کی موجودگی میں عبداللہ ابن زید کی تعلیم سے کہی ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت بھی اذان کی طرح دودوبار ہے اور اُس میں "قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ" بھی ہے۔

(٦) ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی سے روایت کیا: قَالَ حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؛ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلاً قَامَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ عَلَى جِذْمَةِ حَائِطٍ ، فَأَذَّنَ مَثْنَى ، وَأَقَامَ مَثْنَى

(مصنف ابن ابی شیبه ، کتاب الاذان، باب ما جاء فی الأذان والإقامة کیف هو ،جلد١، صفحه ٢٠٣، حدیث ٢١٣١)

یعنی فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور ﷺ کے بہت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خبر دی کہ عبداللہ ابن زید انصاری حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا جیسے ایک مرد کھڑا ہوا اس پر دو سبز کپڑے ہیں وہ دیوار پر کھڑا ہوا اور اذان بھی دودوبار دی، تکبیر بھی دودوبار کہی۔

خیال رہے کہ اذان کی تعلیم ربِ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو خواب میں فرشتہ کے ذریعہ دی اس خواب میں نہ تو اذان میں ترجیع ہے نہ اقامت ایک ایک بار۔ معلوم ہوا کہ حنفی اذان وتکبیر وہ ہے جس کی رب نے تعلیم دی اور وہابی غیر مقلد چونکہ نفس کے بندے اور شرارت کے پھندے ہیں ۔اسی لئے اگر وہ احادیثِ صحیحہ کے مقابلہ میں غیر مرضیہ روایات پیش کریں تو وہ معذور ہیں ۔ان معذوروں کو یا تو لگام دی جائے یا پھر پاگل خانوں میں رکھا جائے تاکہ ملک وملت فتنہ وفساد سے محفوظ ہو۔

آخری فیصلہ اذانِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذریعہ وحی ہے اور آسمانوں پر بھی یہی کلمات شبِ اسراء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائے گئے اور یہی کلمات بارگاہِ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہمیشہ پڑھے گئے ۔نزولِ حکمِ اذان سے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹھ سال کے بعد مسلمان ہوئے اور وہ کلماتِ اذان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ تعلیم سکھائے یہ نہیں فرمایا کہ یہی کلمات اذان میں پڑھا کرو اوران کلمات میں کلماتِ شہادتین کی تکرار ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کی کدورت وغیرہ کے لئے تھی جیسا کہ ان کے مسلمان ہونے کے واقعہ سے واضح ہے ان کا مفصل قصہ آتا ہے۔ ہاں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجتہاد سے یہ کلمات اذان میں پڑھتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف سکھانے کے لئے کلماتِ شہادتین کا تکرار فرمایا اسے سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان سمجھ لیا اور اسے ہمیشہ پڑھتے رہے چونکہ شہادتین کی تکرار ایک اچھا امر ہے اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہ روکا یہ ایسے ہے جیسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلبیہ (لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ

وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ، لَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ) میں چند کلمات بڑھائے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ جواز کا تو انکار نہیں لیکن سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہی ہے جو حضرت بلال کے اذان کے کلمات ہیں۔

ہمارا سوال ❁ غیر مقلدین سے سوال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی سنت کو ترک کر کے ایک صحابی کے اجتہاد کی تقلید کیوں ادھر بیس تراویح میں کہتے ہو کہ یہ سنتِ عمری ہے ہم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرینگے اور یہاں تم اپنا قاعدہ بھول گئے۔ اذان میں تقلیدِ صحابی اور ترکِ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آخر کیا راز ہے۔

لطیفہ ❁ فقیر کی ایک غیر مقلد سے اذان و اقامت کے متعلق گفتگو ہوئی میں نے اُسے دلائل سے منوالیا کہ واقعی سنت اذان وہی ہے جو دائمی اذانِ بلالی ہے۔ اس نے مجھ پر حملہ کر کے کہا کہ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۔ (پارہ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۸۵)

ترجمہ: تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔

میں نے کہا وہ کیسے اُس نے کہا اذان بلال والی اور تکبیر (اقامت) ہماری۔ میں نے کہا اقامت بھی ہم سنت کے مطابق کہتے ہیں جس کے دلائل اُوپر مذکور ہوئے۔ اب بتایئے بقول اقامت اس طرح ہے جیسے غیر مقلدین کہتے ہیں تو پھر تم نے اذانِ بلال کے کلمات چھوڑ دیئے اس معنی پر اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۔ (پارہ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۸۵) ❁ **ترجمہ:** تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ ❁ تم پر فٹ آئی یا نہیں۔ یہ سن کر کھسیانہ ہو کر کھمبا نوچنے لگا۔

اقامت کے اختلاف کے جوابات ❁ چونکہ غیر مقلدین نے انگریز کی طرح قسم کھائی ہے کہ ہر مسئلے میں حنفیوں کے خلاف کیا جائے جیسے انگریز کا خیال ہے کہ ہر بات میں اسلام کے اُلٹ کرو کیونکہ یہ ٹولہ انگریز کا تیار کردہ ہے اسی لئے وہ ہماری اقامت کے خلاف اقامت کہتے ہیں ہم ان کے مفصل جوابات آگے چل کر دیں گے۔

مجمل جوابات ❁ (۱) اقامت اذان ہی کی طرح ہے حتیٰ کہ بعض احادیث میں اسے اذان کا نام دیا گیا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب کم بین الاذان والاقامة ومن ینتظر الاقامة، جلد۱، صفحہ ۱۲۷، حدیث ۶۲۴)

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب بین کل اذانین صلاۃ، جلد۱، صفحہ ۵۷۳، حدیث ۸۳۸)

(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلاۃ والسنة فیھا، باب ماجاء فی الرکعتین قبل المغرب، جلد۱، صفحہ ۳۶۸، حدیث ۱۱۶۲)

یعنی دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔

یعنی اذان واقامت کے درمیاں ہاں فرق صرف الفاظ ''قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ'' کا ہے کہ اقامت میں ہے اذان میں نہیں تو چاہیے کہ اقامت کے الفاظ بھی اذان کی طرح دودوبارہوں۔

اذان میں بعض الفاظ مکرر آئے ہیں کہ اول میں بھی ہیں آخر میں بھی جیسے تکبیر اور کلمہ اور بعض الفاظ غیر مکرر ہیں کہ صرف ایک جگہ آئے جیسے الصلوٰۃ اور الفلاح جو الفاظ مکرر ہیں وہ پہلی بار دو گنے ہیں دوسری بار اس کے نصف تکبیر پہلی بار چار دفعہ ہے اور پچھلی بار دودفعہ، شہادتِ توحید پہلی بار دودفعہ ہے تو آخر بار ایک دفعہ تو چاہیے کہ تکبیر میں بھی ایسا ہی ہو۔

فلہٰذا حنفی اذان واقامت جو آج عام مسلمانوں میں رائج ہے بالکل صحیح اور سنت کے مطابق ہے اس پر طعن (اعتراض) کرنا جہالت وحماقت ہے۔

غیر مقلدین کے اعتراضات ذیل میں ہم چند اعتراضات اور اُن کے جوابات لکھتے ہیں تاکہ منصف مزاج مسئلہ کی حقیقت کو سمجھ سکیں۔

سوال مسلم شریف نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوری اذان کی حدیث نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنفسِ نفیس اذان کی تلقین فرمائی اس کے بعض الفاظ یہ ہیں: ثُمَّ یَعُوْدُ فَیَقُوْلُ أَشْھَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰہُ، أَشْھَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰہُ، أَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، أَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب صفة الاذان، جلد ۱، صفحہ ۲۸۷، حدیث ۳۷۹)

دونوں شہادتوں کے بعد پھر بولو اور کہو ''أَشْھَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰہُ'' الخ

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کی شہادتین میں ترجیع سکھائی لہٰذا اذان میں ترجیع سنت ہے۔

جوابات از احناف (۱) حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات سخت متعارض ہیں اس حدیث میں تو وہ ترجیع کا ذکر فرماتے ہیں اور اُن ہی کی جو روایت ہم پہلی فصل میں بحوالہ طبرانی پیش کر چکے ہیں اُس میں ترجیع کا ذکر بالکل نہیں۔ طحاوی شریف نے انہی ابومحذورہ سے جو حدیث نقل کی اس میں اول اذان میں بجائے چار کے دوبار تکبیر کا ذکر ہے لہٰذا ابومحذورہ کی روایت تعارض (ایک دوسرے کے خلاف ہونے) کی وجہ سے ناقابلِ عمل ہے جیسا کہ تعارض کا حکم ہے۔

(۲) حضرت ابومحذورہ کی یہ ترجیع والی حدیث تمام ان مشہور حدیثوں کے خلاف ہے جو ہم پہلی فصل میں پیش کر چکے ہیں جن میں ترجیع کا ذکر نہیں لہٰذا وہ احادیثِ مشہورہ قابلِ عمل ہیں نہ کہ یہ حدیثِ واحد۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور موذن حضرت بلال اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور بعد میں کبھی اذان میں ترجیع نہ فرمائی لہٰذا ان کا عمل زیادہ قابلِ قبول ہے۔

(۴) اس حدیث ابومحذورہ کو عام صحابہ نے ترک کردیا ان کا عمل ترجیع پر نہ تھا بلکہ ترجیع کے خلاف تھا لہٰذا وہی زیادہ قوی ہے۔

(۵) یہ حدیث ابومحذورہ قیاسِ شرعی کے بھی خلاف ہے اور ہماری پیش کردہ احادیث قیاس کے مطابق لہٰذا وہ احادیث قابلِ عمل ہیں نہ کہ یہ حدیث جیسا کہ تعارض کا حکم ہے۔

(۶) جو عنایہ شرح ھدایہ نے لکھا کہ سیدنا ابومحذورہ کو زمانہ کفر میں تو حیدو رسالت سے سخت نفرت تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سخت مخالفت کرتے اور اذانِ بلالی پر بھی پھبتیاں اُڑاتے (جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں جسے ہم آئندہ اوراق میں لکھ رہے ہیں۔)

خلاصہ اس کا یہ جب ابومحذورہ اسلام لائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان دینے کا حکم دیا تو اُنہوں نے شرم کی وجہ سے ’’ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ‘‘ اور ’’ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ‘‘ آہستہ آہستہ کہا بلند آواز سے نہ کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوبارہ بلند آواز سے یہ کلمات ادا کرنے کا حکم دیا۔ یہ دوبارہ کہلوانا اس وقت تھا تعلیم کے لئے اور شرم دور کرنے کے لئے لہٰذا یہ حکم عارضی ہے جیسے اگر آج کوئی شخص آہستہ آہستہ اذان کہہ دے تو دوبارہ بلند آواز سے کہلوائی جاتی ہے۔ اس صورت میں ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہماری بیان کردہ احادیث کے خلاف نہیں۔

(۷) صاحب فتح القدیر نے لکھا کہ حضرت ابومحذورہ نے یہ دونوں شہادتیں بغیر مد کے کہہ دی تھیں اس لئے دوبارہ مد کے ساتھ کہلوائیں۔ بہرحال یہ ترجیع ایک خصوصی واقعہ تھا نہ کہ سنتِ اسلام۔

سوال ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے حضرت ابومحذورہ سے روایت کی: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً

(سنن الدرامی، کتاب الصلاۃ، باب الترجیع فی الاذان، جلد۲، صفحہ ۷٦٤، حدیث ۱۲۳۳)

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب کیف الاذان، جلد ۱، صفحہ ۱۳۷، حدیث ۵۰۲)

(سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الترجیع فی الاذان، جلد ۱، صفحہ ۳۲۲، حدیث ۱۷۷)

یعنی بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان ۱۹ کلمے اور تکبیر ۱۷ کلمے سکھائے۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمے اُنیس (۱۹) ہیں یہ ترجیع سے ہی بنتے ہیں اگر اذان میں ترجیع نہ

ہوتو کُل پندرہ (۱۵) کلمے ہوئے لہٰذا ترجیع اذان میں چاہیے۔

جواب یہ حدیث مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ اگر اس حدیث سے اذان میں ترجیع ثابت ہوتی ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اقامت کے کلمات دو دو بار ہیں۔ اگر مخالفین کی طرح ایک ایک بار کلمات ہوتے تو اس کے کلمات بجائے سترہ (۱۷) کے تیرہ (۱۳) ہوں۔ اب ہمیں حق پہونچتا ہے کہ غیر مقلدوں کو برملا کہیں: اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۔ (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۸۵)

ترجمہ: تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔

باقی اس کے وہی جوابات ہیں جو سوالِ اول کے ماتحت گزر گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابومحذورہ کو ترجیع ایک خاص وجہ سے تعلیم دی تھی وغیرہ وغیرہ۔

سوال مسلم و بخاری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوسَ، فَذَكَرُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ، وَأَنْ يُوتِرَ الْإِقَامَةَ

(صحيح بخارى، كتاب الاذان، باب بدء الاذان، جلد١، صفحه ١٢٤، حديث٦٠٣)

یعنی فرماتے ہیں کہ صحابہ نے اعلانِ نماز کے لئے آگ اور ناقوس (سنکھ جو بجایا جاتا ہے) کی تجویز کی تو یہود و عیسائیوں کا ذکر بھی کیا کہ وہ بھی ان چیزوں سے اعلانِ عبادت کرتے ہیں تو حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان دو دو بار کہیں اور اقامت ایک ایک بار۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے جائیں۔

جوابات (۱) یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ اقامت کے سارے کلمات ایک ایک بار ہوں مگر تم کہتے ہو کہ اقامت میں اولاً تکبیر چار بار ہو "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ" دو بار ہو پھر تکبیر دو بار ہو لہٰذا جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا۔ اگر کہو کہ دوسری حدیث میں "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ" کو دو بار کہنے کا حکم ہے تو حنفی کہیں گے کہ دوسری احادیث میں یہ بھی ہے کہ اقامت کے تمام کلمات دو بار کہے جائیں وہ احادیث قابلِ عمل کیوں نہیں؟

(۲) اس حدیث میں حضرت عبداللہ ابن زید کے خواب کا بالکل ذکر نہیں بلکہ فرمایا گیا کہ جب صحابہ نے آگ یا ناقوس کے ذریعہ اعلانِ نماز کا مشورہ کیا اور بعض صحابہ نے فرمایا کہ اس میں یہود و نصاریٰ سے مشابہت ہے اسلامی اعلان اُن کے خلاف چاہیے تو فوراً ہی حضرت بلال کو اذان و اقامت کا حکم دیا گیا تو اس اذان و اقامت سے موجودہ مروجہ شرعی اذان مراد نہیں بلکہ لغوی اذان یعنی اعلانِ نماز ہے جو محلّہ میں جا کر کی جائے اور اقامت سے مراد بوقتِ جماعت مسجد

والوں کو جمع کرنے کے لئے کہا جائے کہ آجاؤ جماعت کھڑی ہورہی ہے چونکہ یہ اعلان ایک ہی بار کافی تھا اس لئے ایک بار کا ذکر ہوا۔ پھر اس کے بعد عبداللہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواب کا واقعہ پیش آیا جس سے مروجہ اذان واقامت قائم کی گئی وہ اعلانات چھوڑ دیئے گئے۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن زید کے خواب میں فرشتے نے جو اقامت کی تعلیم دی اس میں الفاظ اقامت دودو بار ہیں اور وہ خواب ہی اذان واقامت کی اصل ہے لہٰذا وہی روایت قابلِ عمل ہے۔ دوسری روایت جو اس کے خلاف ہیں واجب التاویل ہیں یا نا قابلِ عمل۔ خیال رہے کہ یہ خواب صرف حضرت عبداللہ کا نہیں بلکہ ان کے علاوہ سات بلکہ چودہ صحابہ نے بھی یہی خواب دیکھا گویا یہ حدیث متواتر کے حکم میں ہوگئی۔

(۴) روایات کا اسی پر اتفاق ہے کہ حضرت بلال اور ابن اُمِ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان میں ترجیع اپنے آخر دم تک نہ کی۔ (سیرۃ حلبیہ، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

نیز ان بزرگوں کی اقامت میں اقامت کے کلمات دودو ہی رہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت بلال جیسے مشہور موذن اور حضرت اِبنِ اُمِ مکتوم اپنی ساری عمر نہ تو اذان میں ترجیع کریں نہ تکبیر کے کلمات ایک ایک بار کہیں حالانکہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہو لہٰذا ترجیع وغیرہ کی تمام روایات واجب التاویل نہیں۔

آخری گزارش (۱) ہم اہلِ سنت کے نزدیک اجماعِ اُمت اور کثرت رائے اہلِ فضیلت قابلِ وقعت ہے۔ غیر مقلد چونکہ شترِ بے مہار ہیں اسی لئے نہ اجماع کے قائل ہیں نہ کثرت کے پابند اسی لئے ہم نے اُن کا نام شُترِ بے مہار رکھا ہے۔

(۲) ہم اہلِ سنت مدینہ طیبہ اور اُس کے والی سرکارِ عالی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار ومحبت رکھتے ہیں اسی لئے ہمیں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سے پیار ہے اُنہیں مدینہ طیبہ سے ضد۔ بظاہر توحید کا دم بھرتے ہوئے ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان کو پسند کیا کیونکہ وہ دورِ مکہ معظّمہ میں مؤذن رہے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ (پارہ۱۸،سورۃ المومنون،آیت۵۳)

ترجمہ: ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے۔

بود در جہاں ہر کسے را خیال مرا از ہمہ خوشِ خیال محمد ﷺ

اُنہیں صرف حنفیوں کے خلاف کرنا ہے وہی کیا جو ان کی طبعِ شریر (شریر طبیعت) کو مرغوب تھا کیونکہ اگر واقعی انہیں ابومحذورہ کی روایت مستند معلوم ہوتی ہے تو پھر حضرت ابومحذورہ کی روایت کردہ اقامت کے خلاف کیوں کرتے ہیں؟

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۔ (پارہ۱،سورۃ البقرہ،آیت۸۵)

ترجمہ: تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔

اذانِ بلالی اصلی اور اذانِ ابومحذورہ طفیلی جیسے اصلی اور طفیلی میں فرق ہے ایسے ہی یہاں سمجھئے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

تاریخِ اذان حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ حنین سے فراغت کے بعد مسلمان ہوئے اور غزوۂ حنین ۸ھ میں ہوا۔ اس معنی پر ابومحذورہ کی اذان کے کلمات آٹھ سال بعد کو شروع ہوئے۔ دریں اثناء اذانِ بلال دی گئی اور نہ صرف اسی سال تک بلکہ زندگی بھر جیسا کہ جملہ محدثین نے کہا یہاں تک کہ مخالفین کا اقرار ہے کہ حضرت بلال تا وصال اسی طرح اذان دیتے جو احناف کی معمول بہ ہے اور وہ اسے منسوخ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اگر ان کے ہاں کوئی ناسخ دلیل ہے تو لائیں۔

نقل کی برکت حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت بلال کی نقل اُتارتے سنا تو آپ کو نقلِ بلال سے اتنا پیار ہو گیا کہ حضرت ابومحذورہ کو نہ صرف امان بخشی بلکہ دولتِ اسلام سے نوازا اور دنیاوی دولت بھی عطا فرمائی چنانچہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں: خرجت فی نفر وکنا ببعض طریق حنین، فقفل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من حنین، فلبث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی بعض الطریق، فأذن مؤذن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالصلاۃ فسمعنا صوت المؤذن ونحن متنکبون أی عن الطریق فصرنا نحکیہ ونستھزیء بہ فسمع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فأرسل إلینا إلی أن وقفنا بین یدیہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أیکم الذی سمعت صوتہ قد ارتفع؟ فأشار القوم کلھم إلیّ فحبسنی أی أبقانی عندہ وأرسلھم وقال قم فأذن، فقمت ولا شیء أکرہ إلیّ من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولا مما یأمرنی بہ، فقمت بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فألقی علیّ التأذین ھو بنفسہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

(سیرۃ حلبیۃ، باب بدء الاذان ومشرعیۃ، جلد۲، صفحہ۱۳۸)

یعنی تو میں ایک جماعت کے ساتھ نکلا اور ہم حنین کی راہ پر چل رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حنین سے واپس تشریف لے جا رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ قیام فرمایا اور آپ کے موذن نے اذان پڑھی تو ہم نے اذان سن کر پھبتیاں اُڑائیں لیکن ہم راستہ سے ہٹ کر تنہا جا رہے تھے اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری باتیں سن لی اور کسی کو ہمارے بلانے کا حکم فرمایا ہم حاضر ہو گئے آپ نے فرمایا تم میں کون ہے جس نے اذان سن کر ایسے ایسے کہا ہے سب نے میری طرف اشارہ کیا آپ نے سب کو اجازت دے دی اور مجھے اپنے پاس ٹھہرا کر فرمایا کھڑا ہو جا میں کھڑا ہو گیا لیکن اس وقت مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اشیاء سے مکروہ ترین (معاذ اللہ) محسوس ہو رہے تھے اور ان کا ہر حکم

مجھے مکروہ محسوس ہوتا تاہم حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کھڑا ہوگیا۔اس پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان کے کلمات پڑھائے اس کے بعد فرمایا کہ ثم دعانی حین قضیت التأذین فأعطانی صرة فیھا شیء من فضة، ثم وضع یده علی ناصیتی ومر بھا علی وجھی، ثم بین یدی، ثم علی کبدی حتی بلغت یده سرتی، ثم قال بارك الله فیك، وبارك علیك، فقلت یا رسول اللّٰہ مرنی بالتأذین بمكة، فقال صلی اللّٰہ علیه وسلم قد أمرتك به وذھب كل شیء كان لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من كراھته وعاد ذلك كله محبة لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، فقدمت علی عتاب بن أسید رضی اللّٰہ تعالی عنه عامل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علی مكة فأذنت بالصلاة عن أمر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم

(سیرة حلبیة، باب بدء الاذان ومشرعیة، جلد۲، صفحه۱۳۸)

یعنی اس کے بعد مجھے اپنے قریب بلا کر مجھے ایک اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی عطا فرمائی پھر آپ نے اپنا (رحمت بھرا) ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا اور اسے میرے چہرے پر پھیرا میرے دل سے جگر اور نافہ تک لے گئے اور کہا تجھے اللہ برکت بخشے اس پر میں نے عرض کی یارسول اللہ مجھے مکہ معظّمہ کا موذن مقرر فرمائیے آپ نے فرمایا آج کے بعد تم مکہ کے موذن ہو (اللہ شاہد ہے) آپ کے ہاتھ کی برکت سے میرے دل کا تمام بغض وکینہ نکل گیا اس کے بجائے اب میرے دل میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجزن ہوگیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت لے کر عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ حاکمِ مکہ کے ہاں واپس آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم کا حکم سنایا کہ مجھے مکہ کا موذن بنایا گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ وقیل علمه صلی اللّٰہ علیه وسلم ذلك یوم فتح مكة لما أذن بلال رضی اللّٰہ تعالی عنه للظھر علی ظھر الكعبة، وصار فتیة من قریش یستھزئون ببلال ویحكون صوته، وكان من جملتھم أبو محذورة، فأعجبه صلی اللّٰہ علیه وسلم صوته فدعاه وعلمه الأذان

(سیرة حلبیة، باب بدء الاذان ومشرعیة، جلد۲، صفحه۱۳۸)

یعنی اس کے بعد میں بعض نے کہا کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے موقع پر ہوا جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ کی چھت پر اذان دی تو مکہ کے نوجوان ان پر اِستہزاء (مذاق اُڑایا) کرتے تھے ان میں ابومحذورہ بھی تھے باوجویکہ انہوں نے ٹھٹھا کے طور پر اذان کہی مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند آئی۔

حضرت ابومحذورہ مکہ معظّمہ میں رہے اور وہ کلمات دہراتے رہے اور یہ کوئی عقائد واُصول کے مسائل نہیں ہیں جب ہی

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کم وبیش الفاظ سے اُلجھن میں نہیں پڑتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کا ثبوت ہے کہ ابومحذورہ کے دل سے بغض وعداوت نکال کر محبت وعشقِ اسلام سے اُن کے قلب کو بھر دیا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت ابومحذورہ کی اذان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معمول بہ نہیں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان نہ صرف معمول بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بلال کی اذان سے پیار اور عشق تھا جیسا کہ ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔

اسی لئے وہ اذان عمل میں لائی جائے جو اذانِ بلالی کہلاتی ہے اور وہی ہم میں ہے اور غیر مقلدین برعکس ہیں وہ اس لئے کہ وہ عشق سے خالی ہیں۔

سوال﴾ جیسا کہ تم نے خود اعتراف کیا ہے کہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان بعد کو ہے اور حضرت بلال کی اذان سابق اور قاعدہ ہے کہ احکام لاحقہ سے منسوخ ہوجاتے ہیں اور صاحبِ سیرۃ حلبیہ بھی اس کے ناسخ کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں: **وإنما يؤخذ بالأحدث فالأحدث من أمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أى بالمتأخر عنه، لأن المتأخر ينسخ المتقدم**

(سيرة حلبية، باب بدء الاذان ومشرعية، جلد۲، صفحه۱۳۸)

جواب﴾ تقدم وتاخرِ زمانی میں نسخ تب ثابت ہوتا ہے جب حکم ایک ہو جب حضرت ابومحذورہ کو اذان کے کلمات بحثیثِ اذان کے نہیں سکھلائے گئے بلکہ ان میں توحید ورسالت کے اثرات پیدا کرنے کے لئے اعادہ کرایا گیا اور نسخ کا دعویٰ صحیح نہیں جب کہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت بلال سفر وحضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسی طرح اذان دیتے رہے جسے ہم احناف نے اختیار کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان کو ترجیح حاصل ہے اور ان کی اقامت بھی اس طرح تھی جیسے کلماتِ اذان جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بکثرتِ روایات اور صحیح اسناد کے ساتھ ثابت فرمایا کہ حضرت بلال کی اقامت کو اسی معروف طریقۂ احناف کے مطابق راویوں نے اختصاراً بیان کیا تو مجتہدین نے اسی اختصار کو اصل حدیث سمجھ کر عمل کرلیا ورنہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقامت کا کیا جواب ہوگا کہ وہ اقامت اس طرح کہتے جیسے احناف کا طریقہ ہے اسے ترجیح اسی لئے ہے کہ جیسے کلماتِ اذان صحیح ہے لیکن الہامی ہیں ایسے ہی اقامت کے کلمات بھی۔ علاوہ

ازیں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب مؤذن ہیں اور حضرت بلال اصلی۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اسلام سے سخت دشمنی رکھتے تھے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بار بار کلمہ شہادت پڑھوایا اور انہیں بحیثیت اذان کے نہیں بلکہ بحیثیت تعلیم کے اعادہ (تکرار) کرایا۔ بطورِ ترجیع نہیں تھا اگر چہ ابو محذورہ نے اسے اذان کے کلمات سمجھا تو وہ ان کا اپنا اجتہاد تھا اور وہ اجتہاد قابلِ ستائش لیکن جمہور کے معمول کے خلاف ہو تو غیر مقبول ہے۔

فوائد ﴿ (۱) اس سے حضرت بلال کی فضیلت اور بزرگی کا پتہ چلتا ہے کہ فتح کے موقع پر کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان کا اعزاز صرف انہیں نصیب ہوا۔

(۲) حضور نبی پاک، شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتنا پیار تھا کہ ان کے طفیل حضرت ابو محذورہ کو دولتِ اسلام سے نوازا کیونکہ نہ وہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقل اُتارتے نہ اُنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے۔

(۳) یہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کی بڑی دلیل ہے کہ اُن کی نقل اُتارنے والے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انعام سے نوازا یہ ایسے ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ناقل (نقل کرنے والے) کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے لشکر سے نکال کر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کر دیا اور فرمایا چونکہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی نقل اُتارتا تھا اسی لئے مجھے محبوب ہے۔ (مرقاۃ)

تعارف موذنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿ یہ فیصلہ موذنین کے تعارف سے بھی واضح ہوگا کہ اذان واقامت میں فوقیت اسے حاصل ہے جو ان موذنین میں مرتبہ وعہدہ میں فوقیت رکھتا ہے۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴿ آپ کی ذات محتاجِ تعارف نہیں۔ فقیر نے آپ کی مکمل اور ضخیم سوانح عمری لکھی ہے اس کا مطالعہ کیجئے یہاں پر چند ضروری باتیں حاضر ہیں۔

ولادتِ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴿ بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تیس برس پہلے کا ذکر ہے۔ جب حبشہ سے ایک شخص رباح اور اُس کی بیوی حمامہ کو غلام بنا کر مکہ لایا گیا۔ اُنہی دنوں ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھا گیا اور کنیت ابوعبداللہ مشہور ہوئی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلامی ورثہ میں پائی تھی اُن کے والدین بھی غلامی کی چکی میں پس رہے تھے۔ ہوش سنبھالتے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس چکر میں

پھنس گئے۔سب سے پہلے قبیلہ بنوجمع کی ایک متمول (مال دار)عورت انہیں اپنی غلامی میں لے گئی لیکن یہ کسے خبر تھی کہ اس نحیف ونزار (کمزور ولاغر) غلام کی تقدیر ایک دن بامِ عروج پر پہنچ جائے گی اور اس کو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرفِ عظیم مل جائے گا۔قضاوقدر کی حکمتیں بھی کتنی عجیب ہیں کہ قیمتی ہیرے کو پہلے خاک میں ملایا جاتا ہے اور پھر شاہوں کے تاج کی زینت بنایا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح کی منزل سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوگزرنا پڑا۔ عورت کی غلامی کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُمیہ بن خلف کے ہاتھ لگے اور یہیں سے وہ منظرِ تاریخ پر آتے ہیں۔اُمیہ بن خلف کے گھر میں دولت کی ریل پیل تھی،کاروبار دوردور تک پھیلا ہوا تھا۔گھر میں بارہ (۱۲) کے قریب غلام تھے اُنہی غلاموں میں ایک نئے غلام کا اضافہ ہوگیا۔شروع شروع میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوگھریلو کام کاج اور اُونٹ چرانے پر مامور کیا گیا۔کچھ عرصہ بعد اُمیہ بن خلف نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کومویشی چرانے کی خدمت سے ہٹا کر اپنے گھریلو بُت کدے کا نگران مقرر کردیا تا کہ وہ اُن پتھریلے خداؤں کی گرد (مٹی) وغیرہ جھاڑیں،صندل سلگائیں۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خدمت پر مامور رہے مگر ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ تقدیر نے اُنہیں ''وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ '' (پارہ۱۱،سورۃالتوبۃ،آیت۱۰۰)﴿ترجمہ:اورسب میں اگلے پہلے۔﴾کی صفت میں شامل ہونے کی سعادت دی جس سے اُن کے ذہن میں انقلابی تبدیلی پیدا ہوئی۔اُنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ پر اسلام قبول کرلیا۔اس دوران اُمیہ بن خلف نے بھر پور خزانے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحویل میں دے دیئے،اُس کی تمام دولت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں آتی اور جاتی ۔ایک کافر کواس قدر اعتماد تھا یہ غلام بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار کی عظمت کا کھلا اعتراف تھا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہ ہاتھ کے صاف، سیر چشم (فراخ دل)اورامانت دار تھے۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا اور اُن کے قبولِ اسلام کوحجاز سے باہر اشاعت کا پیش خیمہ قرار دیا۔اُمیہ بن خلف جیسے ظالم شخص کی غلامی خود ایک دردناک مصیبت تھی اس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبولِ اسلام کرکے خودکو آزمائشوں میں ڈال دیا۔ ویسے تو دوسرے غلام بھی اُمیہ بن خلف کی ظالمانہ روش کا نشانہ بنتے رہتے تھے لیکن اسلام قبول کرنے کی وجہ سے سیلابِ عُقُوبت (عذاب) کا رخ یکا یک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مڑ گیا اور یہ واقعہ قبولِ اسلام کے وقت پیش آیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اپنے ربِ واحد کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔اُمیہ بن خلف کوعلم ہوگیا کہ میرا زر خرید غلام مجھ سے بغاوت کرکے حزب اللہ (اللہ کی جماعت) میں شامل ہوگیا ہے۔نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے دل میں غم وغصہ کی

لہر دوڑ گئی ایک دن صبح سویرے اُمیہ بن خلف نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور پوچھا کہ یہ کیا طریقہ عبادت تم نے اختیار کیا ہے۔اس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ربِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا ہوں ۔ یہ سن کر اُمیہ بن خلف آگ بگولا ہو گیا اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس نوچ ڈالا ،اُن کے بدن میں کانٹے بھر دیئے، یہ خاردار اور نوکیلے کانٹے اس بے دردی کے ساتھ چبھوئے گئے کہ گوشت سے نکل کر ہڈیوں تک اُتر گئے ۔اُس دن اُمیہ بن خلف کے حکم سے دوسرے غلام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باہر لے گئے اور گرم ریت پر منہ کے بل لٹا دیا۔آس پاس وزنی پتھر رکھ دیئے گئے تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں اور اردگرد آگ جلا دی گئی۔آگ کی گرمی سے بدن جھلس گیا مگر زبان سے برابر **احد احد** کی صدا بلند ہو رہی تھی۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کئی کئی دن بھوکا رکھا جاتا اور ان کے گلے میں رسی ڈال کر مکہ کی گلیوں میں پھرایا جاتا جس سے ان کے گلے میں زخم پڑ گئے مگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سراپا تسلیم و رضا کا پیکر بنے ہوئے تمام مظالم کو خندہ پیشانی سے (خوشی خوشی) برداشت کرتے رہے۔ دن ڈھلے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پابہ زنجیر (پاؤں میں زنجیر ڈال) کر کے ایک تنگ و تاریک حجرے میں ڈال دیا جاتا۔اُمیہ بن خلف اور اُس کے غلام تابڑ توڑ تازیانے (چابک) برساتے۔ظالم اُمیہ کا یہ حکم تھا کہ یہ سلسلہ سحر تک جاری رہے چنانچہ یہ تشدد رات بھر اسی طرح جاری رہتا اور تازیانے (چابک) کی ہر ضرب کو **احد** کی آواز سے شکست دیتے اور غیب سے یہ صدا آتی:

(تجھے ڈرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی، تیری سرشت میں ہے پاکی و درخشانی، تو اے مسافر چراغ بن کر، اپنی رات کو داغ جگر سے نورانی کر) اسی طرح دن گزرتے گئے اور راتیں گزرتی گئیں۔

ایک رات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر اُمیہ بن خلف کے کوچے سے ہوا۔اچانک تازیانے (چابک) کی ضرب کے ساتھ **احـــد احـــد** کا نعرہ بلند ہوا نعرہ سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل ہل گیا اور اُلٹے قدموں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا عرض کیا۔سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اُمیہ سے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ضرور سودا کر لیا جائے اور جو رقم ادا کی جائے گی اُس کا نصف ہم ادا کریں گے ۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُمیہ کے گھر پہنچ گئے اور اس سے کہا خدا کے قہر و غضب سے ڈرو اور بلال پر اس قدر ظلم نہ کرو۔ یہ سنتے ہی اُمیہ کے ہونٹوں پر ایک زہریلی ہنسی آئی اور کہا کہ اگر آپ کا دل اس کے لئے اتنا جلتا ہے تو اسے مجھ سے خرید لو۔اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا مقصد بھی یہی ہے۔اُمیہ سے دو ہزار دینار سودا طے پایا۔صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو ہزار دینار دے دیئے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی جناب میں حاضر ہونے کے لئے خوشی خوشی روانہ ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمراہی میں جب بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر مسکراہٹ کھیلنے لگی اور حسبِ وعدہ سرکار ﷺ نے آدھی رقم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دینی چاہی مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر رقم لینے سے انکار کر دیا کہ میں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا کی راہ میں خرید کر آزاد کر چکا۔اس پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی غلامی میں دے دیا جائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "امنا و صدقنا" کہا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ختم الرسل کی نایاب وقابلِ فخر غلامی کی لڑی میں پرو دیئے گئے۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں ستائے جانے والے شمع توحید کے پروانوں کو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کا حکم مل گیا۔حکم پاتے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سوئے مدینہ چل دیئے ان دنوں مدینہ میں بخار پھیلا ہوا تھا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدید بخار ہونے لگا۔ بخار کے اثر سے اکثر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بے ہوشی طاری رہتی۔تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے مہاجرین نے بخار سے نجات پائی۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی دن نقاہت (بیماری کی وجہ سے ضعفت) سے پڑے رہے حتیٰ کہ نماز بھی بیٹھ کر ادا کرتے۔ چند دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ پہنچ گئے۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علالت (بیماری) سن کر عیادت کو تشریف لے گئے اور دعا فرمائی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فرض کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی (گھریلو) اُمور کا انتظام وانصرام (بندوبست) بھی فرمایا کرتے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا خزانچی بھی بنا دیا تھا دو برس یعنی ۲ھ میں جب مسجدِ نبوی تعمیر ہوئی اور نمازِ پنج گانہ کے لئے مرکز بن گیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مقررہ وقت پر نمازیوں کے جمع کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا۔ ہر صحابی نے اپنے اپنے خیال کے مطابق رائے پیش کی کسی نے کہا کہ ناقوس اور گھڑیال بجائے جائیں، کسی نے کہا کہ نماز کے وقت آگ روشن کی جائے مگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی تجویز پسند نہ آئی۔اسی اثناء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجویز پیش کی کہ نماز کے وقت مدینہ کی گلیوں میں ایک شخص منادی (اعلان) کیا کرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تجویز مان لی اور عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اُن سے کہہ رہا ہے کہ تمہیں ایسے کلمات سنائے جاتے ہیں جنہیں سن کر لوگ جمع ہوجایا کریں گے۔اس طرح رویائے صادقہ میں اُنہیں اذان کا طریقہ تعلیم ہوا۔وہ اسی وقت بیدار ہوکر خدمتِ رسالت

تا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے اور یہ واقعہ سنایا۔ صبح صادق کا وقت تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی وقت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور یہ کلمات یاد کرانے کے بعد اذان کا حکم دیا حضرت بلال نے حجرۂ اقدس کے عین سامنے کھڑے ہو کر تاریخِ اسلام کی اولین اذان اپنے مخصوص لحن (خوش آوازی) میں کہی اور اس روز سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذانوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ قسمت کی خوبی کہیئے یا حسنِ اتفاق کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نظرِ عنایت کی یہی منزل نہیں تھی کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ گئے تھے بلکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو رہبرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا کہ آج تک مسلمانانِ عالم کے لئے پیروی دین کی راہ میں ایک کڑی بنا دیا مثلاً فجر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اذان شروع ہوتے ہی باہر تشریف لاتے گویا اذانِ بلال ہی نماز کی ایک علامت تھی۔

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اظہارِ اسلام وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں اپنا اسلام ظاہر کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اول اظہارِ اسلام کرنے والے سات ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُن کی والدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کے غم کے سبب اظہار سے منع کر دیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کی قوم کی وجہ سے منع کر دیا لیکن دیگر حضراتِ صحابہ کو مشرکوں نے پکڑ کر توحید اور دینِ اسلام کی بناء پر اذیتیں دینا شروع کر دیں، اُن کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں بٹھاتے اور مارتے تھے اور مسلمانوں میں کوئی ایسا نہ تھا جن کو وہ پکڑ کر لاتے اور مشرکین جو چاہتے اُن سے سلوک کرتے تھے اور وہ رخصت پر عمل کرتے تھے بجز حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ اپنے آپ کو بہت کمتر سمجھتے تھے مگر اپنے دینِ حق میں مضبوطی پر قائم تھے اور راہِ خدا میں اذیتیوں کو آسان سمجھتے تھے اُمیہ بن خلف جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مالک تھا اُن کو دوپہر کے وقت مکہ کے ریگزاروں (راستوں) پر لے جاتا اور ان کے گلے میں رسی باندھ کر لٹا دیتا اور بہت بڑا پتھر اُن کے سینہ پر رکھ کر اُس کو کوٹتا تھا تاکہ یا تو اس کے نیچے جان دے دیں یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہو جائیں۔ یہ ان کو رسیوں سے باندھ کر مکہ کی گلی کوچوں میں پھراتا تھا اور وہ **احد احد** کہتے جاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے "اللہ اللہ" لیکن تقدیرِ الٰہی اس طرح واقع ہوئی کہ معرکہ بدر میں وہ ملعون حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا تو وہ ایک دن اسی طرح اذیتیں پہنچا رہا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزران کی طرف ہوا۔انہوں نے ایک حبشی غلام کے بدلے اُن کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حال میں خریدا کہ بہت بڑے پتھر کے نیچے دبے ہوئے تھے۔مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور فرمایا اگر ہمارے پاس مال ہوتا تو میں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید لیتا۔اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب سے ملے اور اُن سے کہا کہ میرے لئے بلال کو خرید لیجئے اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُمیہ بن خلف کی بیوی کے پاس گئے کیونکہ وہ اس کے لے پالک (نگہبان) تھے۔انہوں نے فرمایا اپنے اس غلام کو جس کا نام بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے قبل اس کے کہ وہ تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے اور تم اس کی قیمت سے محروم ہو جاؤ اس کی فروختگی کی خواہشمند ہو۔اس نے کہا تم کیا کرو گے وہ خبیث ہے (معاذاللہ) کسی کام کا نہیں دوسری مرتبہ پھر ملے اور یہی بات دوبارہ کہی۔اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو خرید لیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا یعنی ان کو دے دیا پھر انہوں نے ان کو آزاد کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: أَبُو بَكْرٍ سَيِّدُنَا، وَأَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِي بِلاَلًا

(صحیح البخاری، کتاب اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ، باب مناقب بلال بن رباح، مولی ابی بکر رضی الله عنهما، جلد٥، صفحه٢٧،حديث ٣٧٥٤)

(مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الفضائل، باب ما ذکر فی ابی بکر الصدیق رضی الله عنه، جلد ١٢،صفحه ٢٠، حدیث٣٢٦٢٩)

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزادی دی۔

مشہور یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام چلے گئے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر چند اصرار کیا کہ وہ مدینہ میں رہیں اور اُن کے لئے اذان کہیں یہاں تک کہ وہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر تم نے مجھے رضائے الٰہی کے لئے خرید کے آزاد کیا ہے تو اب بھی مجھے چھوڑ دو گے اور آزادی دو گے پھر وہ شام چلے گئے۔

ابن عبدالبر استیعاب میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اذان کہی۔ مروی ہے کہ ابوجہل ملعون نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور اس نے کہا تم بھی وہی کہتے ہو جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں اور ان کو پکڑ کر منہ کے بل گرادیا اور دھوپ میں لٹا کر ان کے سینہ پر چکی کا پاٹ رکھ دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ برابر **احد احد** کہتے رہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کسی دوست کو بھیجا یہاں تک کہ اس نے ان کے لئے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خریدا اور جب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو ان سے اجازت طلب کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا چیز تم کو میرے پاس رہنے اور اذان کہنے سے روکتی ہے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذان کہی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اذان کہی ہے کیونکہ ولی نعمت تھے۔

بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راۂ خدا میں جہاد سے افضل کوئی عمل نہیں ہے۔ (یہ روایت مشہور کے خلاف ہے۔)

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں شام تشریف لے گئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف فرما تھے پھر انہوں نے ان کے لئے اذان کہی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی رونے لگے اور بیان کرتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ کسی کو اتنا شدید روتا ہوا نہ دیکھا گیا۔

ایک اور مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ آئے اور اذان دینی شروع کی مگر تمام نہ کر سکے اس کا قصہ یہ ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام پہنچے تو چھ مہینہ کے بعد خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا بات ہے کہ ہماری زیارت کو نہیں آتے اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی وقت مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات پوچھے۔ لوگوں نے بتایا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو جنت سدھار گئیں اور امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود ہیں۔ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے چاہا کہ ان کے لئے اذان کی درخواست کریں مگر کسی کو جرات نہ ہوئی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات کہہ سکے۔ لوگوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے التجا کی کہ وہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان کہنے کی درخواست کریں اُن کے حکم کو وہ ٹال نہ سکیں گے اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے حکم دیا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہنے کے لئے اس جگہ کھڑے ہوئے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اذان دیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہا تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ایامِ حیات کے تصور اور یاد سے لوگوں پر گریہ طاری ہوگیا اور جب ''اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہا تو رونے کا شور از حد بڑھ گیا اور جب '' اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کہا تو شہر میں زلزلہ سا پڑ گیا اور گریہ وفُغاں (رونے کی آواز) سے کہرام مچ گیا گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آج ہی دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ اس کے بعد نہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اذان کہنے کی طاقت رہی اور نہ لوگوں میں سننے کی برداشت رہی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الحارث بن عبدالمطلب ابن عم رسول اللہ کے درمیان مواخات فرمائی۔ (الاستیعاب)

اصابہ میں ہے کہ ان کے اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان مواخات فرمائی ہے۔

اور امام مالک کی موطا میں ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا حال ہے کہ میں جنت میں داخل ہوا تو تمہاری جوتیوں کی آواز میں نے سنی ہے مجھے بتاؤ کہ تم ایسا کون سا عمل کرتے ہو؟ عرض کیا جو نمازیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں میں اُسے خوب طہارت کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو بیان کرتے تو رونے لگتے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جمع الجوامع میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلسُّبَّاقُ اَرْبَعَةٌ اَنَا سَابِقُ الْعَرَبِ وَصُھَیْبٌ سَابِقُ الرُّوْمِ ، وَسَلْمَانُ سَابِقُ الْفُرْسِ ، وَبِلَالٌ سَابِقُ الْحَبَشِ

یعنی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں وہ گہرے سیاہ رنگ، نحیف وطویل (لاغر اور لمبے)، دبلے بازوؤں والے تھے۔ انہوں نے دمشق میں وفات پائی اور بابِ صغیر کے پاس مدفون ہوئے ان کی وفات ۲۰ھ یا ۱۸ھ میں ہوئی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حلب میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ ان کی عمر شریف کچھ اُوپر ساٹھ یا تریسٹھ سال کی ہوئی۔ ایک قول ہے کہ ستر سال کی ہوئی۔ ان سے صحابہ کرام کی جماعتِ کثیرہ نے جن میں حضرت ابوبکر وعمر، اُسامہ بن زید، عبداللہ بن عمر، کعب بن عجرہ، براء بن عازب وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں اور مدینہ وشام اور کوفہ کے کبار تابعین کی جماعت نے روایت کی ہے۔

ابنِ اُمِ مکتوم دوسرے موذن حضرت ابن اُمِ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اُن کا نام عبداللہ بن عمر ایک اور

قول سے عمرو بن قیس بن زائدہ ہے اور بعض عبداللہ بن صریح بن قیس بتاتے ہیں جس نے عبداللہ بن زائدہ کہا ہے اس نے ان کے جد کی طرف نسبت کی ہے وہ قرشی عامری ہیں جو بنی عامر بن لوی سے ہیں اُن کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن مخزومی تھا قدیم الاسلام مکی ہیں اور حضرت مصعب بن عمیر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ہجرتِ مدینہ کی۔ واقدی نے کہا کہ بدر کے کچھ عرصہ بعد ہجرت کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اکثر غزوات میں ان کو خلیفہ بنایا ہے بعض روایتوں میں آیا ہے کہ تیرہ مرتبہ ان کو خلیفہ بنایا اور غزوۂ تبوک میں بھی ان کو خلیفہ بنایا تھا اور امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہلِ عیال پر چھوڑا تھا۔

حضرت اِبنِ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اذان کہا کرتے تھے۔ انہیں کے حق میں "عَبَسَ وَ تَوَلّٰی" (پارہ۱۳، سورۃ عبس) نازل ہوئی۔ مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں قادسیہ میں شہید ہوئے اُن کا تذکرہ کتبِ احادیث میں بہت ہے۔

ابومحذورہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ تیسرے موذن حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کا نام مغیرہ جمحی قرشی ہے ان کی کنیت ان کے نام پر غالب آگئی۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکہ مکرمہ میں اذان دیا کرتے تھے اور مکہ میں ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان میں ان کے بھائیوں میں سے جو بنی سلامان بن ربیعہ بن سعد بن جمح میں سے تھے وارث ہوئے۔ ابن مخیرؓ کہتے ہیں میں نے ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے سر پر بال رکھتے تھے۔ میں نے کہا تم اپنے بال کیوں نہیں کٹواتے انہوں نے فرمایا میں وہ نہیں ہوں کہ میں اپنے ان بالوں کو کٹوادوں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا ہے اور اس میں برکت کی دعا فرمائی ہے۔ وہ مکہ مکرمہ میں ۵۹ھ میں فوت ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے بعد فوت ہوئے انہوں نے ہجرت نہیں کی اور ہمیشہ مکہ میں ہی رہے۔ ان سے ان کے بیٹے عبدالملک اور عبداللہ محیریز اور ابن ابی ملیکہ نے روایت کی ہے۔ مسلم اور اربعہ نے ان سے روایت نقل کی ہے کہ ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان میں ترجیع کرتے تھے اور اقامت میں تثنیہ کرتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے اور اقامت میں افراد کرتے تھے اور بعض مؤذن نہ اذان میں ترجیع کرتے تھے اور نہ اقامت میں تثنیہ کرتے تھے۔ ہر ایک نے اس میں ایک طریقہ کو اختیار کیا ہے۔ ہمارے مذہب میں اذان میں ترکِ ترجیع اور اقامت میں تثنیہ ہے اس کی تحقیق اپنی جگہ مذکور ہے۔

سعد قرظ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ چوتھے موذن سعد قرظ ہیں ان کو سعد قرظی بھی کہتے ہیں ان کا نام سعد بن عائذ ہے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولیٰ ہیں اور سعد قرظ کے ساتھ مشہور ہیں۔ سعد قرظی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ قرظ کی تجارت کرتے تھے اور اس سے بہت نفع کماتے تھے اس سے پہلے جس چیز کی تجارت کرتے تھے

نقصان اُٹھاتے تھے۔ پھرانہوں نے قرظ کی تجارت کو لازم کرلیا۔''قرظ'' ورق سلم کو کہتے ہیں جس سے چمڑے کو پکایا جاتا ہےاور ایسے چمڑے کوادیم قرظی کہتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد قبا شریف میں مؤذن مقرر فرمایا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دینی چھوڑ دی تو حضرت سعد قرظی کو مسجد نبوی شریف میں منتقل کر دیا گیا یہاں تک کہ اپنی تمام حیات اذان دیتے رہے ان کے بعد ان کی اولاد میں اذان متوارث ہوئی یہاں تک کہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ تک یہ ان کی اولاد میں رہی اور ان کے بعد بھی۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مسجد نبوی شریف میں اذان دینے کے لئے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد قرظی کو منتقل کیا تھا۔بعض کہتے ہیں کہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے وہ اذان کہتے تھے ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اور یہ اس بات پر مبنی ہوسکتا ہے جبکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے شام کی جانب منتقل ہوگئے یا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جیسا کہ اس طرف پہلے اشارہ گزر چکا ہے۔حضرت سعد قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاز پر حجاج کی حکومت کے زمانہ تک یعنی ۹۴ھ تک زندہ رہے۔

تتمہ چند باتیں آخر میں گزارش کردوں:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اذان کہی یا نہیں؟ یہ ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے فقیر اُویسی غفرلہٗ نے اس پر ایک مستقل تصنیف لکھی ہے ہمارے نزدیک صحیح یہی ہے جو امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا دُرمختار میں ضیاء کے حوالہ سے ہے ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی، اقامت فرمائی اور نماز ادا کی۔اس نماز میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شریک ہوئے۔

فائدہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحفۃ الاسلام میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تو شہادت میں ''اشھدانی رسول اللّٰہ'' کہا علامہ ابن حجر نے اس حدیث کی صحت کا اشارہ کیا ہے اور یہ نص مفسر ہے جو قابلِ تاویل نہیں۔(فتاویٰ رضویہ)

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سردی کے ایام میں ایک صبح کو اذان دی تو کوئی نماز پہ نہ آسکا پھر میں نے اذان کی تو بھی کوئی نہ آسکا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں کیا ہوگیا وہ نماز کے لئے حاضر نہیں ہوئے میں نے عرض کی سردی سے نہیں آسکتے۔آپ نے اُن کے لئے دعا فرمائی:

''یا اللہ ان سے سردی کا زور توڑ دے۔''

پھر میں نے انہیں دیکھا کہ وہ شدید سردی میں گرمی کی شدت سے پنکھے ہلاتے تھے۔ (الوفا، جلد۱، صفحہ ۳۴۹)

فائدہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ آپ کے مختارِکل ہونے کی دلیل ہے کہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سردی کا زور توڑ دیا۔اس میں عبرت ہے اس قوم کو جو کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح مجبور بشر ہیں ان سے برابری کا دم بھرتے ہیں جبکہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سردی کا زور توڑ دیا یہ لوگ اپنے سے سردی کا زور توڑ کر دکھائیں۔

فقط والسلام

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلٰے حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعَيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔پاکستان

۲۲ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ

☆......☆......☆